غالبؔ کے انگریز مخالف تاثرات

محمد اسرار خان*

Abstract:

Some people criticise the personality of Ghalib for his loyalty to Britishers and give reference to his admiration of Englishmen through his verses. Infact it is not true. To ascertain his true feelings about them, only his Qasaid are not enough. We have to turn to his letters in this regard which were written without any compromise and real face of his feelings come to the surface through them. Although he glorified them in his verses for the sake of pension but deep in heart he hated them bitterly which has been amply endeavoured in this article.

غالبؔ کا نام اردو ادب میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ان کی شاعری اور نثر کے سبھی معترف ہیں۔لیکن ان کے ناقدین میں کچھ ایسے بھی ہیں جو ان کی شخصیت پر اس لیے نکتہ چینی کرتے نظر آتے ہیں کہ انھوں نے اپنی خودداری کو بالائے طاق رکھ کر انگریزوں کی بے جا مدحت سرائی میں ان گنت صفحے کالے کیے ہیں۔یہ بات اپنی جگہ درست سہی لیکن انگریزوں کے حق میں ان کے سچے جذبات معلوم کرنے کے لیے صرف ''دستنبو'' یا دوسرے بے شمار قصائد جو انھوں نے انگریزوں کی ستائش میں لکھے ہیں، کافی نہیں، بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مسئلے کو غالبؔ کی شخصیت، مزاج، ان کی ذاتی زندگی اور مخصوص حالات کو مدِ نظر رکھ کر دیکھا جائے۔انگریزوں کے متعلق ان کے سچے جذبات و خیالات جاننے کے لیے ان کے خطوط سے رجوع کرنا ضروری ہے، جو انھوں نے اپنے خاص خاص دوستوں کے نام لکھے ہیں، اور جن میں کسی مصلحت کا دباؤ نہیں اور حرفِ حق بڑی حد تک بلا کسی خوف کے، بے

* شعبہ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گرایجویٹ کالج، پشاور

دھڑک اور بے ساختہ زبان پر آ گیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ غالبؔ نے زندگی کا طویل عرصہ انگریزوں کی صحبت میں گزارا،لیکن سوال یہ ہے کہ ایسی کیا مجبوری تھی کہ اُنھوں نے انگریزوں کی مدح وستائش میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔اس سوال کے جواب میں چند حقائق سے آگہی حاصل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔پہلی بات یہ کہ غدر کے وقت دہلی کے جو حالات تھے،اور جس طرح اہل دہلی اور بالخصوص مسلمانوں کا قتل عام جاری تھا،ان حالات میں غالبؔ سے انگریزوں کے خلاف بغاوت یا مخالفت کی توقع نہیں کی جا سکتی۔غالبؔ ان حادثات سے متاثر ضرور تھے،لیکن خوف،دہشت اور مصلحت کے سبب دل کی بات فقط اشاروں کنایوں سے بیان کرتے تھے۔بقول خالد امین:

> ''مرزا کے متعلق یہ بات کہنا کہ وہ انگریزوں کا پٹھو تھا،صحیح نہیں،کیونکہ مرزا زمانہ شناس تھے،وقت کے بدلتے ہوئے تناظر میں اُنھوں نے یہی غنیمت جانا کہ اس بڑھتی ہوئی قوت کا مقابلہ کرنے کے بجائے مصلحتاً اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیا جائے۔''(۱)

دوسری بات یہ کہ ۱۸۵۵ء میں غالبؔ نے ملکہ وکٹوریہ کا درباری شاعر بننے کی خواہش ظاہر کی تھی،اور ایک فارسی قصیدہ لکھ کر لارڈ کیننگ کی توسط سے ولایت بھجوایا تھا۔علاوہ ازیں وہ ملکہ برطانیہ سے خطاب،خلعت اور پنشن کے حصول کے بھی خواہش مند تھے۔غرض ان تمام وجوہات کی بناء پر غالبؔ انگریزوں کی ستائش پر مجبور ہو گئے۔ نواب گورنر جنرل لارڈ الن برا بہادر کے نام ایک قصیدے میں لکھتے ہیں:

اے برتر از سپہر بلند آستان تو
تو پاسبان ملک و ملک پاسبان تو
''الن برا'' کہ شاہ نشان داوری بدھر
ملک و سپاہ و شاہ و گدا در امان تو (۲)

ترجمہ: تیرا آستانہ آسمان سے بھی بلند تر ہے۔تو ملک کا رکھوالا ہے اور یہ ملک تیری حفاظت کے لیے ہے۔''الن برا'' جو اس دنیا میں عدل وانصاف کی ایک نشانی ہے۔یہ ملک،فوج،بادشاہ اور فقیر سب تیری امان میں ہے۔

انگریزوں کی مدحت طرازی غالبؔ کی مجبوری تھی،ورنہ تمام ہندوستانیوں کی طرح غالبؔ بھی ہندوستان کی سرزمین پر انگریز کے وجود کے مخالف تھے۔اس بات کا ثبوت غالبؔ کے وہ نجی خطوط ہیں،جو انھوں نے مختلف اوقات میں اپنے دوست احباب کے نام لکھے ہیں۔خطوط کے علاوہ اُن کے یہاں فارسی کلام میں بھی جگہ جگہ

ہندوستان میں نوآبادیاتی نظام کے خلاف احتجاج موجود ہے۔ مثلاً

با صلیبم فتاد کار مدہر
علمِ کاویاں نمے خواہم
ہاں نگوئی کہ با چنیں خواری
ترکِ ہندوستاں نمے خواہم (۳)

ترجمہ: اب مجھے عیسائیوں کے صلیب سے واسطہ پڑا ہے۔ مجھے کاویان کا پرچم نہیں چاہیے، لیکن میں اتنی آسانی سے ہندوستان چھوڑنے والا بھی نہیں ہوں۔

نجی خطوط میں انسان کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ یہاں انسان وہی کچھ لکھتا ہے جو سرعام کسی محفل میں نہیں کہہ سکتا۔ خطوط لکھنے والے کے اندر چھپے ہوئے صاف گو انسان کو بڑی حد تک عیاں کر دیتے ہیں۔ اس کی محبت، نفرت، جرأت، بزدلی اور خودغرضی نجی خطوط میں نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ غالبؔ کی شخصیت بھی مکمل طور پر ان کی نجی خطوط میں واشگاف ہوئی ہے۔ انگریزوں سے ان کا تعلق کیا تھا اور وہ کس حد تک ان کو پسند کرتے تھے، اس کی تفصیل ان خطوط میں جا بجا موجود ہے۔

غالبؔ کی خاندانی پنشن کا مسئلہ جو کہ عرصہ دراز سے حل طلب تھا، کو سلجھانے کا واحد حل انگریزوں کے ساتھ میل ملاپ تھا۔ یہ بات بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ اس وقت جب کسی شاعر کا حکام بالا سے تعلق ہوتا، یا کسی چیز کی طلب ہوتی تو ان کی شان میں قصیدہ لکھنا اس زمانے کا دستور تھا۔ غالبؔ خوددار شخصیت کے حامل انسان تھے، اگر پنشن ان کی مجبوری نہ ہوتی تو یقیناً وہ کسی طرح انگریزوں کی مدح سرائی نہ کرتے۔ بقول سید قدرت نقوی:

> ''اس مدحت طرازی کی علتِ غائی معاشی تنگی سے نجات تھی، ورنہ ۱۸۲۷ء سے قبل انھوں نے کسی انگریز کی مدح میں ایک شعر بھی نہیں لکھا۔ پس اس کو مطلب برآری ہی کا وسیلہ کہا جائے گا۔'' (۴)

غالبؔ نے پنشن کے حصول کے لیے اپنی انا اور خودداری کو پسِ پشت ڈال کر قوم انگلیشیہ کی سردمہری کے باوجود ان کی تعریف و توصیف میں بے شمار قصیدے لکھے، لیکن انگریزوں کی طرف سے اس باب میں کوئی خاطر خواہ جواب موصول نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ اُن کا دربار اور خلعت بھی بند کر دیا۔ اگرچہ غالبؔ دل میں انگریزوں سے نفرت کا جذبہ رکھتے تھے اور مصلحتاً خاموشی اختیار کر رکھی تھی، لیکن پنشن کے باب میں جب مایوسی بڑھ گئی تو اُن کے دل میں انگریزوں کے خلاف نفرت کے جذبات نے شدت اختیار کر لی۔ اُنھوں نے نہ صرف اپنا، بلکہ ان سارے لوگوں

کا حال بڑے پردرد لہجے میں بیان کیا ہے، جن کی پنشن انگریزوں نے ضبط کر کے ان کو مایوسی کے اندھے غار میں دھکیل دیا تھا۔ جولائی ۱۸۵۹ء کو نواب یوسف مرزا کو ایک خط میں انگریزوں کے عدل وانصاف کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ہر شخص کی سرنوشت کے موافق حکم ہو رہے ہیں۔ نہ کوئی قانون ہے، نہ قاعدہ ہے، نہ نظیر کام آئے نہ تقریر پیش ہو جائے۔ ارتضٰی خاں ابن مرتضٰی خاں کی پوری دوسو روپے کی پنشن کی منظوری کی رپورٹ گئی اور ان کی دو بہنیں، سوسو روپے مہینا پانے والیوں کو حکم ہوا کہ چونکہ تمھارے بھائی مجرم تھے، تمھاری پنشن ضبط۔ بطریقِ ترحم دس دس روپے مہینا تم کو ملے گا۔ ترحّم یہ ہے تو تغافل کیا قہر ہوگا؟ میں خود موجود ہوں اور حکامِ صدر کا روشناس، پشم نہیں اُکھیڑ سکتا۔ ترپین برس کا پنشن، تقرر اس کا بہ تجویز لارڈ لیک اور منظوری گورنمنٹ اور پھر نہ ملا ہے، نہ ملے گا۔'' (۵)

میر مہدی مجروحؔ کو اکتوبر ۱۸۵۶ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں:

''پنشن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو کہوں۔ حاکم، خط کا جواب نہیں لکھتا۔'' (۶)

میر اعظم، مدرس، مدرسہ اکبر آباد کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

''گورنمنٹ کی دادگاہ میرے حق میں ''بیدادگاہ'' ہے کہ اس کا حاکم اعلیٰ دردمند کُش ہے اور میں اس کے خنجر بے داد کا کشتہ و بسمل ہوں۔'' (۷)

دسمبر ۱۸۵۸ء کے خط میں مجروحؔ کو لکھتے ہیں:

''شہر کی آبادی کا حکم، خاص وعام، کچھ نہیں، پنشن داروں سے حاکموں کا کام کچھ نہیں۔'' (۸)

مارچ ۱۸۶۳ء کے ایک خط میں تفتہؔ کو لکھتے ہیں:

''لارڈ کیننگ صاحب میرا دربار اور خلعت بند کر گئے ہیں۔ ناچار نااُمید ہو کر بیٹھ رہا اور مدت العمر کو مایوس ہو رہا۔'' (۹)

منشی شیونرائن کو مئی ۱۸۶۳ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں:

''لاٹ صاحب کا دربار اور خلعت جو معمولی اور مقرری تھا مسدود ہو گیا۔ یہاں تک کہ صاحب سکرتر بھی مجھ سے نہ ملے اور کہلا بھیجا کہ اب گورنمنٹ کو تم سے ملاقات کبھی منظور نہیں۔ میں فقیر متکبر، مایوس دائمی ہو کر اپنے گھر بیٹھ رہا اور حکام شہر سے بھی ملنا موقوف کر دیا۔'' (۱۰)

نومبر ۱۸۵۹ء کے ایک خط میں نواب مرزا یوسف کو لکھتے ہیں:

''سرکار کی خدمت نہ سہی، عہدہ نہ سہی، علاقہ نہ سہی، سوڈیڑھ سو روپیہ درماہہ

مقرر ہوجانا کیا مشکل تھا۔ دلّی کے آدمی خصوصاً امرائے شاہی ہر شہر میں بدنام اتنے ہیں کہ لوگ ان کے سائے سے بھی بھاگتے ہیں۔''(۱۱)

نواب حسین مرزا کے نام دسمبر ۱۸۵۹ء کے خط میں لکھتے ہیں:

''جو احکام کہ دلی میں صادر ہوئے ہیں، وہ احکام قضا وقدر ہیں۔ ان کا مرافعہ کہیں نہیں۔ اب یوں سمجھ لو کہ ہم نہ کبھی کے رئیس تھے، نہ جاہ وحشم رکھتے تھے، نہ املاک تھے، نہ پنشن رکھتے تھے۔''(۱۲)

ایک دفعہ ایک انگریز جس کا نام فرانس ہاکنس تھا، نے غالبؔ کے خلاف پنشن کے حوالے سے رپورٹ کی۔ اس کی مذمت میں یہ قطعہ لکھا:

ایا ستم زدہ غالب! زھاکنس مسگال
منہ بسینہ بیکینہ از شکایت داغ
اگر بصدر خلاف توکردہ است رپورت
وگرنخصم بقتل توبستہ است جناغ
قضا بنای خرابی فگندہ ہم زنخست (۱۳)

ترجمہ: ہاکنس نے غالبؔ پر کیا ستم کیا ہے؟ اس شکایت کے بارے میں اپنے سینے میں کینہ مت رکھو۔ اگر چہ تیرے خلاف اس نے صدر کو رپورٹ بھیجی ہے اور اگر چہ دشمن نے تجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے، لیکن تقدیر نے ازل سے تباہی کی بنیاد رکھی ہے۔

فرانس ہاکنس رزیڈنٹ دہلی نواب شمس الدین کے دوست تھے۔ مرزا کے خلاف اُس نے رپورٹ لکھ دی اور کہا کہ پنشن کے حوالے سے ان کا مطالبہ غلط ہے، جس سے متاثر ہوکر مرزا غالبؔ نے ایک تو یہ قطعہ لکھا، دوسرے اپنا ایک پرانا قصیدہ:

یافت آیینۂ بخت تو زدولت پرواز

جو اسی ہاکنس کی مدح میں لکھا تھا، ''چارلس مٹکف'' کے نام کر دیا۔

ہاکنس کے بارے میں مولوی سراج الدین احمد کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

''اس خراب آباد کے حاکم فرانس ہاکنس نے والیٔ فیروز پور کی ایماء پر اُن کے حسبِ مرضی محکمۂ صدر میں رپورٹ بھیج دی ہے۔۔۔اس کے بعد خبر نہیں کہ اُس بے گناہ کُش حاکم (ہاکنس) کی رپورٹ پر کیا کارروائی ہوئی۔''(۱۴)

انگریزوں کی مدحت سرائی میں غالبؔ نے جس کتاب میں قلم کا زور دکھایا ہے وہ ''دستنبو'' ہے۔ یہ آغاز یازدہم مئی ۱۸۵۷ء سے یکم جولائی ۱۸۵۸ء تک شہرِ دہلی اور غالبؔ کی سرگزشت ہے۔ اس کتاب کی حقیقت کے بارے میں غالبؔ منشی ہر گوپال تفتہ کو ۲۳ اگست ۱۸۵۸ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں:

''اس تحریر کو جب دیکھو گے، تب جانو گے۔ اہتمام اور عجلت اس کے چھپوانے میں اس واسطے ہے کہ اس میں سے ایک جلد نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر بھیجوں گا اور ایک جلد بذریعہ اُن کے جناب ملکہ معظّمہ انگلستان کی نذر کروں گا۔ اب سمجھ لو کہ طرز تحریر کیا ہوگی؟ اور صاحبانِ مطبع کو اس کا انطباع کیوں نا مطبوع ہوگا۔'' (۱۵)

غالبؔ کی ان تمام باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ''دستنبو'' کی اشاعت بعض مصلحتوں کے پیش نظر تھی۔ ایسے دور میں جب پریس کی آزادی پر پابندی لگ چکی تھی اور انگریزوں کی طرف سے باغیانہ مضامین لکھنے پر بھی سختی سے پابندی عائد کی گئی تھی، لیکن اس کے باوجود ''دستنبو'' کی اشاعت کی منظوری اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب محض ملکہ انگلستان کی بے جا ستائش اور ہندوستان میں انگریز حکومت کو خوش کرنے کے لیے تحریر کی گئی تھی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر ابوظہیر ربانی لکھتے ہیں:

''چونکہ یہ روزنامچہ مصلحتاً لکھا گیا ہے اس لیے اس میں بعض اہم تاریخی حقائق کا ذکر تک نہیں پایا جاتا۔'' (۱۶)

اگرچہ ''دستنبو'' انگریزوں کی مدح سرائی میں لکھی ہوئی کتاب ہے لیکن وہاں بھی لاشعوری طور پر انگریزوں کے خلاف غیر محسوس انداز میں باتیں لکھی گئی ہیں۔ بہادر شاہ ظفر کے متعلق دردانگیز بیان، یعنی بادشاہ کو ''گہن لگا چاند'' قرار دینے سے ان کی بے بسی اور مجبوری ظاہر ہے۔ اور ان کی بے چارگی دراصل انگریزوں کی اصلیت کی عکاسی کر رہی ہے۔ لکھتے ہیں:

''فوج نے بادشاہ کو اپنے حلقے میں لے لیا۔ جیسے چاند کو گہن لگ جائے۔ ماہِ نو گہن میں نہیں آتا۔ گہن تو چودھویں رات کے چاند کو لگتا ہے۔ بادشاہ اس چاند کی طرح تھا جس کو گہن لگ گیا ہو۔ وہ ماہ کامل نہیں تھا۔'' (۱۷)

''غضبناک شیروں (انگریزوں) نے شہر میں داخل ہوتے ہی بے سرو سامان لوگوں کو قتل کرنا اور مکانوں کو جلانا جائز سمجھا۔'' (۱۸)

''جھجھر، بلب گڑھ اور فرخ نگر کے جاگیرداروں کو علیحدہ علیحدہ مختلف دنوں میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ اس طرح (ان لوگوں کو) ہلاک کیا گیا کہ کوئی کہہ نہیں سکتا کہ خون بہایا گیا۔'' (۱۹)

عام لوگوں کی بہ نسبت غالبؔ کی سوچ میں گہرائی پائی جاتی ہے۔ اگرچہ بظاہر وہ انگریزوں کے متعلق

اچھی رائے رکھتے تھے اوران کی شان میں قصیدے بھی لکھتے تھے،لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان پر کڑی نگاہ رکھتے تھے اوران کے اعمال وافعال پر نکتہ چینی بھی کرتے تھے۔اُنھوں نے ۱۸۵۸ء میں علاوالدین خاں کے نام لکھے گئے خط میں قطعۂ غدر لکھا ہے،جس میں انگریزوں کی مطلق العنانی،مسلمانوں کا قتلِ عام، دہلی کی بربادی،اہل دہلی کی بے بسی اور بیکسی کا حال بڑے پُرسوز انداز میں بیان کیا ہے:

بسکہ فعال ما یرید ہے آج
ہر سلحشور انگلستاں کا
گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے
زہرہ ہوتا ہے آب انساں کا
چوک جس کو کہیں، وہ مقتل ہے
گھر بنا ہے نمونہ زنداں کا
شہر دہلی کا ذرہ ذرۂ خاک
تشنۂ خوں ہے ہر مسلماں کا
کوئی واں سے نہ آ سکے یاں تک
آدمی واں نہ جا سکے یاں کا
میں نے مانا کہ مل گئے،پھر کیا؟
وہی رونا تن و دل و جاں کا
گاہ جل کر کیا کیے شکوہ
سوزشِ داغِ ہائے پنہاں کا
گاہ رو کر کہا کیے باہم
ماجرا دیدہ ہائے گریاں کا
اس طرح کے وصال سے یا رب!
کیا مٹے دل سے داغ ہجراں کا (۲۰)

غالبؔ کے ہاں انگریزوں کے قوانین عملداری اور انصاف پسندی پر بھی کڑی نکتہ چینی ملتی ہے۔انگریز جو کہ خود کو قانون کی پاسداری کے پابند سمجھتے ہیں،اہل ہندوستان کو انصاف کی فراہمی میں قانون اور آئین کی کتنی

پاسداری کرتے تھے، غالبؔ کے خطوط میں جابجا ان کے نمونے موجود ہیں۔ چودھری عبدالغفور سرور کو ۱۸۵۸ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں:

''زنہار کبھی یہ گمان نہ کیجیے گا کہ دلّی کی عملداری میرٹھ اور آگرہ اور بلادشرقیہ کی مثل ہے۔ یہ پنجاب احاطہ میں شامل ہے، نہ قانون ہے، نہ آئین۔ جس حاکم کی جورائے میں آوے، وہ ویسا ہی کرے۔'' (۲۱)

مولوی سراج الدین احمد کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

''حاکموں سے انصاف کی کوئی توقع نہیں رہی۔ اگر یہی حال رہا تو بے شمار گھر اُجڑ جائیں گے۔۔۔غرض ایک اندھیر مچا ہوا ہے۔'' (۲۲)

انگریزوں نے نہ صرف عوام کے حقوق غصب کیے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کے مکانات، گھر، حجرے اور مختلف قسم کی آبادیوں کو تاراج کیا۔ اس کے علاوہ جہاں کہیں انگریز سپاہی کا دل چاہا معمولی سی بات پر طیش میں آ کر عام آدمی کو گولی کا نشانہ بنایا جبکہ اس سے پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔ مختلف بے گناہوں کو پکڑ کر پھانسی دی گئی۔ غالبؔ نے ان سارے واقعات کو انتہائی دردانگیز پیرائے میں بیان کیا ہے۔

جولائی ۱۸۶۳ء کو مجروحؔ کے نام خط میں لکھتے ہیں:

''ایک غدر کالوں کا، ایک ہنگامہ گوروں کا، ایک فتنہ انہدامِ مکانات کا، ایک آفت وبا کی، ایک مصیبت کال کی، اب یہ برسات جمیع حالات کی جامع ہے۔'' (۲۳)

اپریل ۱۸۵۹ء کو منشی شیونرائن آرامؔ کو لکھتے ہیں:

''ہندوستان کا قلمرو بے چراغ ہوگیا۔ لاکھوں مر گئے، جو زندہ ہیں، ان میں سینکڑوں گرفتار بند بلا ہیں۔'' (۲۴)

منشی ہرگوپال تفتہؔ کو شنبہ پانچ دسمبر ۱۸۵۷ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں:

''امیر غریب سب نکل گئے۔ جورہ گئے وہ نکالے گئے۔ جاگیردار، پنشن دار، دولت مند، اہل حرفہ، کوئی بھی نہیں، مفصل حالات لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ ملازمانِ قلعہ پر شدت ہے۔ باز پرس اور دارو گیر میں مبتلا ہیں، مگر وہ نوکر جو اس ہنگام میں نوکر ہوئے ہیں اور ہنگام میں شریک رہے ہیں۔'' (۲۵)

انگریز قوم ہمیشہ سے مسلمانوں سے کچھ زیادہ ہی خوف کھاتے آئے ہیں۔ ہندوستان میں بھی ہندوؤں کی بہ نسبت مسلمانوں کے ساتھ زیادہ ظلم و زیادتی ہوئی۔ غالبؔ کو اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ انگریز حکومت مسلمانوں پر ہندوؤں کو ترجیح دے رہی ہے۔ اُنھوں نے اپنے فارسی کلام میں ان تمام حقائق کا اظہار کچھ اس طرح

کیا ہے۔

نہ کنی چارہ لبِ خشک مسلمانے را
اے بہ تر سا بچگاں کردہ مئے ناب سبیل (۲۶)

ترجمہ: پیاسے مسلمانوں کا کوئی چارہ گر نہیں۔ان کے ہونٹ خشک ہیں،جبکہ غیر مسلم بچوں کے لیے تازہ شراب کی نہریں فراہم کی گئی ہیں۔

سنگ و خشت از مسجدِ ویرانہ مے آرم بہ شہر
خانۂ در کوئے ترسایاں عمارت میکنم (۲۷)

ترجمہ: مسمار مسجد سے اس کے پتھر اور اینٹ اپنے گھر لا رہا ہوں اور غیر مسلموں کی گلی میں اپنے لیے ایک گھر تعمیر کر رہا ہوں۔

نواب امین الدین احمد خاں کے نام خط میں لکھتے ہیں:

''بڑے دریبہ کا دروازہ ڈھایا گیا،قابل عطار کے کوچے کا بقیہ مٹایا گیا۔کشمیری کٹڑے کی مسجد زمین کا پیوند ہوگئی،سڑک کی وسعت دو چند ہوگئی۔اللہ اللہ! گنبد مسجدوں کے ڈھائے جاتے ہیں اور ہنود کی ڈیوڑھیوں کے پرچم لہراتے ہیں۔ایک شیر زور اور پیل تن بندر پیدا ہوا ہے،مکانات جا بجا ڈھاتا پھرتا ہے۔فیض اللہ خاں بنگش کی حویلی پر جو گل دستے ہیں جن کو عوام گمزی کہتے ہیں،انھیں ہلا ہلا کر ایک ایک بنیاد ڈھادی،اینٹ سے اینٹ بجادی۔واہ رے بندر،یہ زیادتی اور پھر شہر کے اندر!۔''(۲۸)

غالبؔ اپنے دل میں انگریزوں سے کتنی نفرت کرتے تھے،اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے لیے بندر کا لفظ بطور تشبیہ استعمال کیا ہے۔انگریز کے لیے بندر کی تشبیہ کوئی معمولی بات نہیں۔اس سے غالبؔ کی ذہنِ رسا کا بھی پتہ چلتا ہے۔بندر کی فطرت اور انگریز کی حرکت میں جو مماثلت ہے،وہ قابلِ غور ہے۔

غالبؔ باغیوں کی طرح انگریزی فوج کو بھی اچھا خیال نہیں کرتے تھے۔انگریز فوجی نہ صرف شہر میں لوٹ مار کرتے،بلکہ لوگوں کی جان و مال اور ناموس بھی محفوظ نہیں تھے۔عزت و ناموس جو انسان کا قیمتی اثاثہ ہے،کی کوئی قدر نہیں تھی۔عورتوں کی عصمتیں لوٹ لی جاتیں،رئیس زادوں اور بزرگوں کی عزت و آبرو کا کوئی پاس لحاظ نہیں رکھا جاتا تھا۔۱۲ مارچ ۱۸۵۸ء کو لکھے گئے ایک خط میں مرزا تفتہؔ کو لکھتے ہیں:

''وہ عزت اور وہ ربط وضبط جو ہم رئیس زادوں کا تھا،اب کہاں؟ روٹی کا ٹکڑا ہی مل

جائے تو غنیمت ہے۔''(۲۹)

نواب یوسف مرزا کو جون ۱۸۵۹ء کو لکھتے ہیں:

''نانا، نانی کے مرنے کا ذکر کیوں کرتے ہو؟ وہ اپنی اجل سے مرے ہیں۔ بزرگوں کا مرنا بنی آدم کی میراث ہے۔ کیا تم یہ چاہتے تھے کہ وہ اس عہد میں ہوتے اور اپنی آبرو کھوتے؟۔''(۳۰)

غالبؔ کو اس بات کا بھی قلق تھا کہ ہندوستان میں مغل شاہی برائے نام ہے۔ ہوتا وہی ہے جو انگریز حکومت چاہتی ہے۔ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر اور دیگر راجا، مہاراجاؤں کی بے بسی اور بیکسی کی تصویریں بھی ان کے خطوط میں جگہ جگہ موجود ہیں۔ انگریز حکومت نے اگر چہ کچھ عہدوں پر چند ہندوستانیوں کا تقرر کیا تھا، لیکن یہ عہدے صرف برائے نام تھے۔ ان عہدہ داروں کو انگریز صرف اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے تھے۔ سارے اختیارات انگریز حکومت کے پاس تھے۔ ہندوستانی صرف ان کے اشاروں پر ناچتے تھے۔ ستمبر ۱۸۶۲ کو مجروح کو لکھتے ہیں:

''سنتے ہیں کہ نومبر میں مہاراجا کو اختیار ملے گا، مگر وہ اختیار ایسا ہوگا، جیسا خدا نے خلق کو دیا ہے، سب کچھ اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا، آدمی کو بدنام کیا ہے۔''(۳۱)

غرض اکثر ناقدین غالبؔ کے انگریزوں کے ساتھ تعلقات کو جس تناظر میں دیکھتے ہیں، وہ غالبؔ کے ساتھ انصاف نہیں کرتے۔ اگر چہ اُنھوں نے انگریزوں کی تعریف میں قصائد لکھے، لیکن یہ سب کچھ اُن کو مصلحت کی خاطر اور پنشن کے حصول کے لیے مجبوراً کرنا پڑا۔ ورنہ دل ہی دل میں وہ انگریز قوم سے کتنی نفرت کرتے تھے، اس کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا جا چکا ہے۔ غالبؔ بھی سینے میں ایک محبِّ وطن ہندوستانی کا دل رکھتے تھے اور جس طرح ہر ہندوستانی نے انگریزوں کو حقیقی طور پر نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے، غالبؔ کا شمار بھی اُن تمام لوگوں میں ہوتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ خالد امین، غالبؔ، تحریکِ مجاہدین اور ۱۸۵۷ء، مشمولہ، صحیفہ کتاب ۱۸۵۷ء، مرتب، رفاقت علی شاہد، مجلس ترقی ادب، لاہور ۲۰۰۹ء ص: ۱۲۷

۲۔ اسداللہ خاں غالبؔ، کلیات غالبؔ (فارسی) جلد دوم، مرتبہ، سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۷ء، ص: ۱۳۶

۳۔ اسداللہ خاں غالبؔ، کلیات غالبؔ (فارسی) جلد دوم، مرتبہ، سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۷ء، ص: ۳۷۰

۴۔ سید قدرت نقوی، غالبِ صد رنگ، ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی، ۲۰۰۲ء، ص: ۲۱۶

۵۔ اسداللہ خاں غالبؔ، خطوط غالبؔ، مرتبہ، غلام رسول مہرؔ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۶۲ء، ص: ۴۰۶

۶۔ ایضاً ص: ۲۸۷

۷۔ اسداللہ خاں غالبؔ، پنج آہنگ، مترجم، محمد عمر مہاجر، ادارہ یادگار غالب، کراچی، ۱۹۶۹ء، ص: ۹

۸۔ اسداللہ خاں غالبؔ، خطوط غالبؔ، مرتبہ، غلام رسول مہرؔ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۶۲ء، ص: ۲۸۰

۹۔ ایضاً ص: ۲۰۰

۱۰۔ ایضاً ص: ۲۶۷

۱۱۔ ایضاً ص: ۴۱۴

۱۲۔ ایضاً ص: ۴۰۲

۱۳۔ اسداللہ خاں غالبؔ، کلیات غالبؔ (فارسی) جلد اول، مرتبہ، سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۷ء، ص: ۱۶۷

۱۴۔ اسداللہ خاں غالبؔ، پنج آہنگ، مترجم، محمد عمر مہاجر، ادارہ یادگار غالب، کراچی، ۱۹۶۹ء، ص: ۳۸

۱۵۔ اسداللہ خاں غالبؔ، خطوط غالبؔ، مرتبہ، غلام رسول مہرؔ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۶۲ء، ص: ۱۶۲

۱۶۔ ڈاکٹر ابوظہیر ربانی، انقلاب ۱۸۵۷ء اور غالبؔ کا ردعمل، مشمولہ، سہ ماہی تاریخ، خاص نمبر ۱۸۵۷ء، تاریخ پبلی کیشنز، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۷ء ص: ۲۵۷

۱۷۔ اسداللہ خاں غالبؔ، دستنبو کا اُردو ترجمہ، مشمولہ، غالب اور انقلاب ستاون، سید معین الرحمٰن، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص: ۸۶

۱۸۔ ایضاً ص: ۹۱

۱۹۔ ایضاً ص: ۱۰۵

۲۰۔ اسداللہ خاں غالبؔ، خطوط غالبؔ، مرتبہ، غلام رسول مہرؔ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۶۲ء، ص: ۶۱

۲۱۔ ایضاً، ص: ۴۷۶

۲۲۔ اسداللہ خاں غالبؔ، پنج آہنگ، مترجم، محمد عمر مہاجر، ادارہ یادگار غالب، کراچی، ۱۹۶۹ء، ص: ۳۷

۲۳۔ اسداللہ خاں غالبؔ، خطوط غالبؔ، مرتبہ، غلام رسول مہرؔ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۶۲ء، ص: ۳۱۰

۲۴۔ ایضاً، ص: ۲۵۶

۲۵۔ ایضاً، ص: ۱۵۲

۲۶۔ اسداللہ خاں غالبؔ، کلیات غالبؔ (فارسی) جلد سوم، مرتبہ، سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۷ء، ص: ۲۶۲

۲۷۔ ایضاً، ص: ۲۸۸

۲۸۔ اسداللہ خاں غالبؔ، خطوط غالبؔ، مرتبہ، غلام رسول مہرؔ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۶۲ء، ص: ۵۷

۲۹۔ ایضاً، ص: ۱۵۶

۳۰۔ ایضاً، ص: ۴۰۴

۳۱۔ ایضاً، ص: ۳۱۳

❁ ❁ ❁